ڈاکٹر سجاد علی رئیسی

انچارج ڈائریکٹر، انسٹیٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز، شاہ عبداللطیف یونیورسٹی، خیرپور

سکندر علی

ریسرچ اسکالر، شاہ عبداللطیف یونیورسٹی، خیرپور

امام جعفر صادق اور دیگر ائمہ مذاہب کے مابین ارتباطات

Abstract:

After the premise of Prophet (P.B.U.H) Islam face Political, Ideological differences among the followers along with the differences in Islamic Jurisprudence. Three major jurists (Imam Jaffer Sadiq, Imam Abu Haniya and Imam Malik) rose in prominence. They are the legends with proper discipline and a lot of disciples trained in the area of jurisprudence. Their follower's aspects each other with honour spite many differences in opinion however, on social context and in affairs of life they extended cooperation, mutual understanding tolerance and aspect to difference in opinion.

This developed the culture of understanding, Peaceful coexistence and mutual aspect that helped Islam to emerge as the leading and guiding religion in the world, in this context the services of Imam Jaffer Sadiq are un deliable and bases on farsightedness and magnanimity. His peaceful and cordial relations with all the scholars, his openness to all thoughts and clarity in talk, ideology and essence of Islam make him the leading figure in jurisprudence, that all jurists obey, aspect and follow his teachings are become of light and enlightenment to his followers even today.

کلیدی الفاظ

امام جعفر صادق، ائمہ مذاہب، حقوق و فرائض، ارتباطات، تکفیر، تفسیق، تنفیر

مقدمہ

آج مسلمان معاشرے میں مختلف فرقوں، گروہوں اور مسالک کے درمیان نت نئے نظریات کی وجہ غلط فہمیوں کی ایک دیوار کھڑی ہوگئی ہے، مذہبی نظریات میں تو اتنی زیادہ شدت پیدا ہوئی ہے کہ ہر گروہ اپنے کو حق اور دوسرے کو باطل تصور کرتا ہے۔ یہاں تک کہ بعض شدت پسند گروہ ایسے بھی پیدا ہوئے ہیں جو اپنے آپ کو حق اور دوسروں کو گمراہ قرار دیتے ہیں، ایسے مذہبی گروہ جنہوں نے نہ صرف اپنے عقائد و نظریات کو برحق اور شریعت کے عین مطابق سمجھ رکھا ہے بلکہ ان سے اختلاف کرنے والوں کی تکفیر اور تفسیق کا بازار بھی گرم کر رکھا ہے۔ نہ صرف ان اختلافات کی وجہ سے امت مسلمہ کی وحدت اور اتحاد کو نقصان پہنچا بلکہ ان وجوہات کی وجہ سے آج امت مسلمہ رو بہ زوال ہے۔ امت مسلمہ کو ان مشکلات سے نکلنے کا ایک اہم راستہ ائمہ مذاہب کے آپس میں ارتباط اور ان کے طریقہ کار سے آشنائی لازمی ہے۔ اگر امت مسلمہ ان ائمہ مذاہب کے مابین ارتباطات کے طریقہ کار سے کماحقہ واقف ہو جائیں تو مسالک کے درمیان موجود مختلف شرعی اور فقہی اختلافات کو دور کرنا ممکن ہے ساتھ ہی ایک دوسرے کے فقہی نظریات سے استفادہ کر کے غلط فہمیوں کا ازالہ بھی کیا جاسکتا ہے۔ یوں امت مسلمہ کے درمیان اخوت اور بھائی چارہ پر مبنی ایک آفاقی مسلم معاشرہ قائم کیا جاسکتا ہے۔

اختلافات کا آغاز

حیات رسول اکرم ﷺ میں ہی مختلف موضوعات کی تفہیم و تشریح میں بعض مواقعوں پر اصحاب رسول مختلف النظر ہو جاتے تھے لیکن پیغمبر ﷺ کے وجود اقدس نے ان اختلافات کو بڑھنے نہیں دیا مگر آپ ﷺ کی رحلت کے بعد بعض مسائل کے بارے میں فکری و نظریاتی اختلافات مسلمانوں کے درمیان ابھر کے سامنے آئے۔ ان اختلافات کی مختلف وجوہات تھی ایک طرف لوگ جوق در جوق دائرے اسلام میں داخل ہو رہے تھے تو دوسری طرف دوسرے ادیان کے ساتھ اختلاط سے بھی نئے مسائل نے جنم لیا۔ ان سب سے

بڑھ کر یونانی نظریات کا عربی میں ترجمہ ہونا شروع ہوا جس کی وجہ سے یونانی فلسفہ زندگی نے اسلامی فلسفہ زندگی پر بہت سارے سوالات کھڑے کئے۔ ان تمام مسائل کی وجہ سے اسلام کی شروعات میں ہی بہت سے کلامی موضوعات کی تفہیم جدید کی ضرورت پیش آئی۔ اہل بیت اور اصحاب رسول کے بعد دینی فقہاء اور علماء نے ان موضوعات پر بحث و مباحثہ شروع کیا۔ رفتہ رفتہ ان نئے مسائل کی تفہیم اور تشریح میں مسلمان فقہاء اور علماء میں اختلافات کھل کر سامنے آئے، جن کے نتیجے میں فقہی مسالک وجود میں آئے۔ "سن 94 سے لے کر 114 ہجری تک کا درمیانی عرصہ وہ زمانہ ہے جس میں مختلف فقہی مکتبوں کو وجود ملا۔ اس دور میں تفسیر کے بارے میں نقل حدیث کی روایت اپنے عروج پر تھی۔ قابل ذکر علماء میں سے ابن شہاب زہری، مکحول، قتادہ، ہشام بن عروہ وغیرہ حدیث نقل کرنے اور فتوی دینے میں مشغول تھے۔ (۱) اسی دور میں ہی نعمان بن ثابت (80-150) نے مکتب حنفی کی بنیاد رکھی، آپ کوفہ (عراق) میں رہتے تھے۔ (۲) امام ابو حنیفہ کے بعد دوسرے مشہور فقیہ ابوعبداللہ مالک بن انس (93-179) ہیں۔ آپ مدینہ میں متولد ہوئے اور ابو حنیفہ کے برخلاف مکتب حدیث کی بنیاد رکھی۔ (۳) ان کے بعد ایک بڑا نام ابوعبداللہ محمد بن ادریس (93-179) کا آتا ہے۔ آپ یمن میں متولد ہوئے اور مصر میں وفات پائی۔ حنبلی مسلک کے بانی احمد بن حنبل (93-179) بغداد میں پیدا ہوئے اور وہی وفات پائی اور یہ شافعی کے شاگردوں میں سے تھے۔ (۴)

موضوع کے مطابق اگر ہم غور کریں تو ہمیں یہ بات عیاں نظر آتی ہے کہ مندرجہ بالا فقہاء کے ساتھ حضرت جعفر صادق کے جو روابط قائم رہے ان میں ادب و احترام کا لحاظ تھا۔ درحالانکہ ان کے آپس میں بعض احکام شریعت کی تفہیم اور تشریح میں اختلافات موجود تھے لیکن کبھی ان فقہاء نے ان اختلافات کو عوامی اختلاف کی شکل نہیں دی اس طرح کے فقہی اور علمی اختلاف کو تفرقہ بازی، فرقہ پرستی اور نفرت کی حد تک ہرگز نہیں لے گئے۔ بلکہ اس کو صرف علمی اختلافات تک محدود رکھا۔

یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان فقہاء کے درمیان علمی اور فقہی اختلافات کیوں پیدا ہوئے۔ یاد رہنا چاہے کہ علمی تحقیق میں اختلاف کا پیدا ہونا ایک فطری عمل ہے۔ علمی و فقہی اختلاف نظر پیدا نہ ہو تو اس علم کو زنگ لگ جاتا ہے اور وہ جمود کا شکار ہوتا ہے اس لئے جس معاشرے میں مختلف علوم پر غور و فکر کیا جاتا ہے اس معاشرے میں اختلاف نظر بھی پیدا ہوتا ہے۔ لیکن ان اختلافات کو عداوت و نفرت کے لئے استعمال نہیں

کیا جاتا۔ کیا اسلام کے علاوہ دوسرے علوم میں محققین کے درمیان اختلاف نظر پیدا نہیں ہوتا، کیا نیچرل سائنسز کے میدان میں سائنسدانوں کے درمیان اختلاف نظر نہیں ہوتا۔ اگر اس طرح کے علمی اختلافات کا پیدا ہونا یقینی ہے تو پھر کیا کہیں ان محققین اور سائنسدانوں کے درمیان ان علمی اختلاف کی بنیاد پر نفرت ور عداوت پیدا ہوئی ہے۔ کیا ان اختلافات کی بنیاد پر سائنس کے اساتذہ اور طلباء نے سائنسدانوں کی تکفیر اور تنفیر کی ہے۔ کیا ایک نے دوسرے کو اختلاف نظر کی وجہ سے واجب القتل قرار دیا ہے اگر ایسا سب کچھ دیگر علوم میں نہیں ہوتا ہے تو پھر اسلامی علوم کی تحقیق میں اختلاف نظر پیدا ہونے پر کیوں ایک دوسرے پر تکفیر اور تنفیر کی جاتی ہے۔ کیوں ان علمی اختلافات کو عوامی بنا کر اس میں شدت پیدا کی جاتی ہے۔ البتہ یہ سب کچھ فقہاء کی طرف سے نہیں ہوا بلکہ ان کے پیروکاروں میں بعض لوگوں نے تکفیر اور تنفیر کی روش اپنائی جس سے امت مسلمہ کو ہر دور میں نقصان ہوا۔ یہی صورت حال آج کے دور میں بھی در پیش ہے۔ ہم تاریخ میں دیکھتے ہیں اسلامی مذاہب کے فقہاء اور علماء کے درمیان مختلف علل واسباب کی وجہ سے اسلام کی تشریح اور بیان کے سلسلے میں اختلافات واقع ہوتے تھے۔ اس کے باوجود یہ لوگ آپس میں دوستانہ ماحول میں انفرادی اور اجتماعی موضوعات پر گفت و شنید کرتے تھے۔ ان کے باہمی نظریاتی اختلافات ایک دوسرے کے ساتھ گفتگو اور استفادہ کرنے میں رکاوٹ نہیں تھے، یہی وجہ ہے کہ اکثر وہ علماء جو بعض فقہی مسائل میں حضرت امام جعفر صادق کی روش کے مطابق نہیں تھے اس کے باوجود آپ کی محافل میں آتے اور گفت وشنید کرتے اور امام صادق ہر قسم کے سولات کو نہایت ہی تحمل کے ساتھ سنتے اور ان کا مدلل جواب دیتے۔ اس سلسلے میں امام صادق کا ان فقہاء کے ساتھ ارتباط اور ان کی طرف سے امام کی علمی واخلاقی رفتار کے بارے میں گواہی اس بات کی دلیل ہے کہ نظریاتی اختلافات گفتگو میں مانع نہیں ہوتے۔ امام صادق ان کا احترام کرتے اور ان کے ساتھ دلیل اور منطق کے ساتھ شفاف انداز میں بحث کرتے تھے۔ کسی پر نہ اپنا نظریہ ٹھونستے اور نہ ہی کسی سے نفرت کا اظہار کرتے بلکہ خوش اخلاقی کے ساتھ پیش آتے تھے۔ آپ کا دروازہ بلا امتیاز تمام مسالک ومذاہب کے لوگوں کے لئے کھلا رہتا تھا اور سب آپ کے محضر سے استفادہ کرتے تھے۔ اس دور کے کلامی فرقوں کے بزرگان جیسے عمرو بن عبید، واصل بن عطا و حفص بن سالم کے امام صادق کے ساتھ روابط اور دوسری طرف فقہی مکاتب کے فقہاء جیسے امام مالک، امام ابو حنیفہ، یحیی بن سعید انصاری کے ساتھ امام صادق کا بہترین سلوک آپ کی آفاقی شخصیت

ہونے کی دلیل ہے۔ذیل میں مشہور فقہاء کے ساتھ امام کے ارتباطات کا ایک جائزہ لیں گے تاکہ یہ واضح ہوجائے کہ علماء اور فقہاء کے علمی و فقہی اختلافات کو سماجی اور معاشرتی اختلافات کی شکل نہ دی جائے بلکہ علمی و فقہی اختلافات کے باوجود سماج اور معاشرے میں ادب واحترام کا رشتہ برقرار رہنا چاہیے۔

1۔امام صادق اور امام ابو حنیفہ کے مابین ارتباطات

امام ابو حنیفہ اگرچہ عمر میں امام صادق سے بڑے تھے لیکن انہوں نے امام کی شاگردی اختیار کی۔امام ابو حنیفہ خود امام کے ساتھ گزارے ہوئے اپنے ان دو سالوں کے بارے میں کہتے ہیں۔"لو لا السنتان لہلک النعمان (۹) اگر وہ دو سال نہ ہوتے (جو امام صادق کے ساتھ گزارے) نعمان ہلاک ہو جاتا۔" اسی طرح ایک اور جگہ میں فرماتے ہیں: مارایت افقہ من جعفر بن محمد وانہ اعلم الامۃ۔میں نے کسی کو بھی جعفر بن محمد سے زیادہ فقیہ نہیں پایا، وہ امت اسلامی کے عالم ترین انسان ہیں۔(۱۰)

بنو عباس کے ایک حکمران "منصور دوانیقی" نے امام ابو حنیفہ کو آمادہ کیا کہ وہ امام صادق کے سامنے جاکر آپ سے بحث ومباحثہ کریں تاکہ ابو حنیفہ کی کامیابی کی صورت میں علم ودانش کے میدان میں امام جعفر صادق کی تحقیر کی جائے۔امام ابو حنیفہ سے ہی یہ واقعہ نقل ہوا ہے۔"منصور نے مجھ سے کہا کہ لوگ جعفر بن محمد کی طرف حیرت انگیز حد تک متوجہ ہیں اور لوگوں کا سیلاب ان کی طرف بہا چلا جارہا ہے۔تم پہلے چند مشکل مسئلے تیار کرکے ان کا حل جعفر بن محمد سے دریافت کرو۔جب وہ تمہارے پیش کئے ہوئے مسائل کا جواب نہیں دے سکیں گے، تو لوگوں کی نظروں میں گر جائیں گے۔لہذا میں نے چالیس بہت پیچیدہ اور مشکل مسئلے (سوالات) تیار کئے۔اس کے بعد حیرہ (عراق کا ایک علاقہ) میں امام جعفر صادق سے منصور کی موجودگی میں ملاقات کی۔

(امام ابو حنیفہ منصور کے دربار میں اپنے داخلے کے بارے میں فرماتے ہیں)

جب میں دربار میں داخل ہوا تو میں نے جعفر بن محمد کو دیکھا جن کی شخصیت کی ہیبت وعظمت حتیٰ خود منصور پر بھی چھائی ہوئی تھی۔میں نے سلام کیا۔اس کے بعد منصور نے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا: اپنے سولات ابوعبداللہ کے سامنے پیش کرو۔میں جو مسائل لایا تھا یکے بعد دیگرے انہیں آپ سے پوچھنے لگا اور آپ ان کے جوابات دینے لگے کہ اس مسئلے میں تمہارا عقیدہ یہ ہے اور اہل مدینہ اس کے بارے میں یہ کہتے ہیں اور ہماری رائے یہ ہے۔آپ کی رائے بعض مسائل میں ہمارے نقطہ نظر سے اور بعض میں اہل مدینہ کے عقیدے اور

بعض میں ہم دونوں سے مختلف ہوا کرتی تھی۔ اس طرح میں نے آپ کی خدمت میں چالیس مسئلے پیش کئے، آپ نے ان کے جوابات دے دیے۔ سوال وجواب کے اختتام کے بعد بے اختیار امام ابو حنیفہ نے امام جعفر صادق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اپنے آخری کلمات یوں ادا کیے: ان اعلم الناس،اعلمہم باختلاف الناس۔ عالم ترین انسان وہ ہے جو مسائل میں لوگوں کے اختلاف رائے سے بھی واقف ہو۔(۱۱)

ابو شیبہ خراسانی نے لکھا ہے کہ امام صادق دینی مسائل کے سلسلے میں ابو حنیفہ کے بعض نظریات پر معترض تھے۔(۱۲) بعض مورخین نے یہ بھی لکھا ہے کہ امام جعفر صادق اور امام ابو حنیفہ کے درمیان اس سلسلے میں کچھ مناظرے بھی ہوئے۔(۱۳)ان علمی اختلافات کے باوجود امام ابو حنیفہ کے بارے میں یہ مسلم ہے کہ وہ اکثر اوقات امام جعفر صادق کی خدمت میں آکر نہایت ادب واحترام کے ساتھ آپ سے علمی مسائل دریافت کرتے تھے اور گفتگو میں ہمیشہ جعلت فداک (میں آپ پر فدا ہو جاؤں) کہہ کر خطاب کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ امام ابو حنیفہ نے حضرت جعفر صادق سے بہت سی روایتیں بھی نقل کی ہیں جنہیں ان کی حدیثیں جمع کرنے والوں نے اپنی کتابوں میں جگہ دی ہے۔ امام ابو حنیفہ کے شاگرد ابو یوسف نے اپنی کتاب الآثار میں ان روایات کو نقل کیا ہے۔(۱۴)

2۔امام صادق اور امام مالک بن انس مابین ارتباطات

امام مالک نے بھی امام جعفر صادق سے کسب فیض کیا اور امام صادق کے بارے میں ان کی تعبیر نہایت ہی دلچسپ ہے۔ آپ نے امام صادق کی عظمت یوں بیان فرمائی ہے۔"مارات عين ولا سمعت اذن ولاخطر على قلب بشر افضل من جعفر ابن محمد الصادق فضلا وعلما وعبادة وورعا۔(۱۵) علم، عبادت اور پرہیز گاری میں جعفر بن محمد سے بہتر نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی دل میں آئی۔" اسی طرح ایک اور جگہ فرماتے ہیں۔ "سَمِعْتُ مَالِكَ بْنَ أَنَسٍ فَقِيهَ الْمَدِينَةِ يَقُولُ كُنْتُ أَدْخُلُ عَلَى الصَّادِقِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ ع فَيُقَدِّمُ لِي مِخَدَّةً وَ يَعْرِفُ لِي قَدْراً وَ يَقُولُ يَا مَالِكُ إِنِّي أُحِبُّكَ فَكُنْتُ أُسَرُّ بِذَلِكَ وَ أَحْمَدُ اللَّهَ عَلَيْهِ وَ كَانَ ع لَا يَخْلُو مِنْ إِحْدَى ثَلَاثِ خِصَالٍ إِمَّا صَائِماً وَ إِمَّا قَائِماً وَ إِمَّا ذَاكِراً وَ كَانَ مِنْ عُظَمَاءِ الْعُبَّادِ وَ أَكَابِرِ الزُّهَّادِ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ اللَّهَ عَزَّ وَ جَلَّ وَ كَانَ كَثِيرَ الْحَدِيثِ طَيِّبَ الْمُجَالَسَةِ كَثِيرَ الْفَوَائِدِ۔(۱۶) میں کچھ عرصے تک جعفر بن محمد کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ آپ اہل مزاح تھے اور ہر وقت آپ کے لبوں پر ایک ہلکی مسکراہٹ ہوا کرتی تھی۔ جب ان کے سامنے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر ہوتا تھا تو آپ کا رنگ متغیر اور پھر زردی مائل ہو جاتا تھا۔ جس زمانے میں میری آپ کے یہاں آمد ورفت تھی، میں نے کبھی آپ کو ان تین حالتوں کے سوا نہیں دیکھا یا تو آپ نماز کی حالت میں ہوتے تھے یا روزے کے عالم میں یا تلاوت قرآن میں مشغول۔ آپ کبھی بھی بغیر وضو کے رسول اللہ ﷺ سے حدیث روایت نہیں کرتے تھے۔ آپ ان زاہد علماء میں سے تھے جن کے پورے وجود پر خوف خدا چھایا ہوا ہوتا تھا۔ میں جب کبھی ان کی خدمت میں حاضر ہوتا، آپ اپنی نشست نکال کر میرے نیچے رکھ دیا کرتے۔"(۱۷)

3۔ امام صادق اور امام سفیان ثوری کے مابین ارتباطات

آپ جلیل قدر محدث، واعظ، شرین گفتار فقہی تھے۔ آپ کو حضرت جعفر صادق سے جو محبت و عقیدت تھی اس کا اندازہ اس روایت سے کیا جا سکتا ہے۔ آپ ایک مرتبہ امام جعفر صادق کی مجلس میں حاضر ہوئے۔ امام صادق خاموش بیٹھے رہے، کوئی گفتگو نہیں کی۔ ثوری نے کہا "میں اس وقت تک نہیں ہٹوں گا جب تک آپ مجھ سے کلام نہ فرمائیں" یہ سن کر امام جعفر صادق نے فرمایا۔ "اے سفیان کثرت قیل وقال اچھی بات نہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اگر تمہیں کوئی نعمت دیں تو اس کے دوام وبقا کو محبوب رکھو۔ اس پر اللہ تبارک وتعالیٰ کا زیادہ سے زیادہ شکر وسپاس بجالاو، کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں ارشاد فرماتا ہےلئن شکرتم لازیدنکم۔یعنی اگر تم شکر گزار رہو گے تو میں تم پر انعامات زیادہ کروں گا۔ اگر تم سے کوئی لغزش ہو جائے تو زیادہ استغفار کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتا ہے:واستغفروا ربکم انہ کان غفارا۔اے سفیان اگر تمہارا سلطان یا حکومت وقت سے پالا پڑ جائے تو لا حول ولا قوۃ الا باللہ کثرت سے پڑھا کرو کہ کشادگی کی کنجی اور جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔ سفیان نے دل میں نقش ہو جانے والے یہ الفاظ سنے، ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور تین مرتبہ یہ الفاظ دہرائے۔(۱۸)

یوں امام سفیان ثوری بھی حضرت جعفر صادق کے شاگرد تھے۔ اس بات کو اکثر فقہاء اور مورخین نے لکھا ہے۔ تیسری صدی ہجری کے مشہور عالم جاحظ امام جعفر صادق اور حضرت سفیان ثوری کے درمیان استاد شاگرد کے اس ارتباط کو یوں بیان کرتے ہیں:

جعفر بن محمد وہ ہستی ہے جنہوں نے دنیا کو اپنے علم اور فقہ سے معمور کر دیا ہے اور کہتے ہیں کہ ابو حنیفہ اور سفیان ثوری آپ کے شاگردوں میں سے تھے، اور ان دو کا آپ کی شاگردی اختیار کرنا آپ کی علمی اور فقہی عظمت (کی نشاندہی) کے لیے کافی ہے۔(۱۹)

امام ابو حنیفہ اور امام مالک کی طرح امام شافعی اور امام احمد بن حنبل نے امام جعفر صادق سے بلاواسطہ استفادہ حاصل نہیں کیا ہے البتہ امام شافعی امام مالک کے شاگردوں میں سے ہے اور امام احمد بن حنبل امام شافعی کے شاگردوں میں سے ہیں، یوں بالواسطہ اپنے اساتذہ کے ذریعے انہوں نے امام صادق سے کسب فیض کیا ہے۔ عبد الحلیم جندی اپنی کتاب "الامام الصادق" میں لکھتے ہیں۔ اگر امام مالک کے لئے فخر ہے کہ وہ شافعی کے استاد تھے یا شافعی کو فخر ہے کہ وہ امام احمد بن حنبل کے استاد تھے تو سب سے بڑا فخر امام جعفر صادق کے لئے ہے کہ آپ مذاہب اربعہ کے چاروں فقہاء (بلواسطہ یا بلاواسطہ) کے استاد تھے۔

بہر حال حضرت امام جعفر صادق کے اپنے دور کے فقہاء اور علماء کے ساتھ انتہائی ادب و احترام کے ساتھ ارتباطات تھے۔ علمی اختلافات کے باوجود ان کے آپس میں انتہائی محبت اور خلوص کا رشتہ موجود تھا۔ امام جعفر صادق کا فقہاء کے ساتھ تعلقات اور ارتباطات کو دور حاضر کے مسلمانوں کو اپنے لئے باہم معاشرت اور ارتباط کے لئے بطور نمونہ عمل لینا ہو گا تاکہ ان کے درمیان علمی و فقہی اختلافات کی بنیاد پر دشمنی کے بجائے محبت و اتفاق کا رواج دیا جاسکے۔ مسلمانوں کے آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ معاشرت اور ارتباط کی اہمیت کے پیش نظر امام صادق نے اس بارے میں بھی عملی اور قولی دونوں طریقوں سے استفادہ کیا۔" جب ہم امام جعفر صادق کی عملی روش کا گہرا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں نظر آتا ہے کہ آپ تمام مسلمانوں کے ساتھ جملہ ثقافتی و سماجی معاملات میں نہایت کشادہ دلی کے ساتھ پیش آتے تھے۔ آپ کے شاگردوں میں دوسرے فرقوں کے لوگ بھی اتنے زیادہ تھے کہ عقائد و فقہ کے لحاظ سے مختلف مذاہب کی نمائندگی نظر آتی تھی یوں آپ کی بزم میں مختلف افکار و خیالات کے اشخاص یکجا نظر آتے تھے۔(۲۰) امام جعفر صادق کے اپنے شاگردوں اور دیگر فقہاء کے ساتھ جو روابط تھے ان پر ایک تحقیقانہ جائزہ پیش کیا گیا، البتہ ضرورت اس امر کی ہے کہ معاشرتی و سماجی مسائل میں جعفر صادق کی روش کیا تھی اور اس کو دور حاضر میں کیسے اطلاق کیا جاسکتا ہے اس پر تحقیق کی ضرورت ہے۔

معاشرت اور ارتباطات

جب اسلام کے بنیادی اصولوں پر سب مسلمانوں کا اتفاق ہو۔ توحید، نبوت ورسالت، قیامت جیسے اصول اور نماز، روزہ، حج اور زکوۃ جیسے عملی احکام اور قرآن وسنت جیسے مصادر میں ساری امت مسلمہ متفق ہے۔ یوں اسلام کے اصول اور بنیادی فروع کے حکم پر امت مسلمہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ امت مسلمہ کے علماء اور محققین کے درمیان علمی اختلافات اسلام کے مذکورہ اصول وفروع کی تشریح اور تعبیر میں ہیں اور ان اختلاف کے پیدا ہونے کا ہرگز مطلب دین اسلام میں اختلاف ہونا نہیں ہے۔ اس لئے ان کو دینی اور اسلامی اختلاف قرار دے کر ایک دوسرے کو دین اسلام سے خارج کرنا سوائے علمی جہالت کے کچھ نہیں۔ ان اختلافات کو علمی حد تک ہی رکھنا چاہیے ان کو معاشرہ اور سماج میں نہیں لانا چاہے۔ مسلمانوں کی معاشرت اور تعلقات میں قرآن وسنت اور اسلامی اصولوں کی پابندی ضروری ہے جس پر کوئی اختلاف امت مسلمہ کے درمیان نہیں ہے۔ ان اصولوں کو اجمالی طور پر معاشرہ میں زندہ رکھنا چاہے اور یہ امت مسلمہ کے درمیان Binding Sources ہیں انہی کے ذریعے امت مسلمہ آپس میں امت واحدہ کا تصور زندہ کر سکتی ہے۔ اسی مقصد کے پیش نظر امام صادق نے اپنے ماننے والوں کو تمام مسلمان کے حقوق وفرائض کو انجام دینے کی تاکید کی ہے اور ان سے میل جول، تعلقات اور اتباط میں اسلام اصولوں کی رعایت کا حکم دیا ہے۔ امام صادق فرماتے ہیں۔ "مسجدوں میں نماز پڑھنا، پڑوسیوں سے اچھا برتاؤ کرنا، سچی گواہی دینا، جنازوں میں حاضر ہونا اپنے لیے لازم قرار دو، تم پر لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہنا لازم ہے کیونکہ کوئی شخص بنی نوع انسان سے مستغنی نہیں ہو سکتا اپنی زندگی کے معاملات میں ایک دوسرے سے تعلق رکھنا ضروری ہے۔(۲۱)

معاویہ بن وہب سے مروی ہے کہ میں نے حضرت ابوعبداللہ سے کہا کہ ہمیں لوگوں کے ساتھ کیا برتاؤ کرنا چاہیے؟ فرمایا ان کی امانتیں ادا کرو، ان کی سچی گواہیاں دو، خواہ موافق ہو یا مخالف، ان کے مریضوں کی عیادت کرو اور ان کے جنازوں میں حاضر رہو۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق سے سنا کہ آپ فرماتے تھے کہ پرہیزگاری اختیار کرو اور امر نیک بجالانے کی کوشش کرو اور جنازوں میں حاضر رہو اور لوگوں سے ایسی ہی محبت کرو جیسی اپنے نفسوں سے کرتے ہو، کیا تم میں سے کسی کو شرم نہیں آتی کہ پڑوسی تو تمہارا حق پہچان لے اور تم پڑوسی کا حق نہ پہچانو۔(۲۲)

راوی کہتا ہے کہ مجھ سے صادق آل محمد نے فرمایا: جس کو تم میری اطاعت کرنے والا میری بات ماننے والا دیکھو اس سے کہو میں تم کو اللہ سے ڈرنے اور اپنے دین میں پرہیز گاری اختیار کرنے اور قربۃ الی اللہ جدوجہد کرنے، سچ بولنے، امانت ادا کرنے، سجدے کو طول دینے اور پڑوسی سے اچھا سلوک کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ محمد مصطفی (ص) ہی لے کر آئے کہ جن لوگوں نے تمہارے پاس امانت رکھی ہے چاہے نیک ہوں یا بد ان کی امانت ادا کرو۔ رسول خدا نے دھاگہ اور سوئی تک کی امانت ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔ اپنے خاندان والوں سے صلہ رحم کرو ان کے جنازوں میں شریک ہو کر ان کے مریضوں کی عیادت کرو، ان کے حقوق ادا کرو۔ جب کوئی امر دین میں پرہیز گاری اختیار کرتا ہے اور سچی بات کہتا ہے اور امانت ادا کرتا ہے اور حسن خلق سے پیش آتا ہے تو اس کے لیے کہا جاتا ہے کہ یہ جعفری ہے میں اس سے خوش ہوتا ہوں اور مجھے مسرت حاصل ہوتی اور جب اس کے بر خلاف صورت پیش آتی ہے تو میرے اوپر غم و عار کا ہجوم ہوتا ہے جب یہ کہا جائے کہ یہ آداب جعفر ہیں۔ واللہ میرے پدر بزرگوار نے یہ بیان کیا کہ قیامت میں علی بن ابی طالب کا ماننے والا ایسا ہوگا جو قیامت کے لئے باعث زینت ہوگا یہ وہ ہوگا جو سب سے زیادہ حقوق ادا کرنے والا ہوگا، سب سے زیادہ راست گو ہوگا، جب لوگوں کی وصیتوں اور امانتوں کے متعلق اس کے قبیلہ سے پوچھا جائے گا کہ کون ہے اس کی مثل امانتوں کا ادا کرنے والا اور سب سے زیادہ راست گو۔ آپ مزید فرماتے ہیں لوگوں کے ساتھ اخلاق کے ساتھ پیش آؤ، ان کی مساجد میں نماز پڑھو، ان کے مریضوں کی عیادت کرو، ان کے جنازوں میں شرکت کرو، اگر ان کے امام جماعت اور موذن بن سکتے ہو تو ایسا کرو جب تم یہ کروگے تو وہ کہیں گے کہ یہ جعفری ہیں۔ (۲۳)

ان روایات میں ذکر شدہ چند اہم مسلمانوں کے حقوق جن پر امام صادق نے تاکید فرمائی ہیں اور ان کی رعایت اپنے ماننے والوں پر ضروری قرار دیا ہے ان میں سے ہر ایک اپنی جگہ اسلامی معاشرے میں مسلمانوں کے درمیان اخوت اور محبت و آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی اور بھائی چارگی کو قائم کرنے کے لحاظ سے نہایت اہمیت کے حامل ہیں، ان پر عمل کر کے معاشرے میں موجود بہت ساری مشکلات کو حل کیا جا سکتا ہے۔ ان روایات میں امام صادق نے اپنے ماننے والوں کو دوسرے مسلمانوں کے ساتھ ان اصولوں کی رعایت کی تاکید کی ہے۔

امانت کی ادائیگی: اسلامی معاشرے میں مسلمانوں کا آپس میں ایک دوسرے کی امانتوں کا خیال رکھنا ایک اسلامی دستور ہے جو مسلمانوں کی شرعی ذمہ داریوں میں سے ہے۔ لہذا مسلمانوں کے آپس میں اخوت کا لازمہ یہ ہے کہ وہ ہر قسم کے مسائل میں امانتوں کا خیال رکھیں، ان کے معاملات میں گواہی دینا، اگر کسی مسلمان کا حق ضائع ہو رہا ہو یا کسی پر ظلم ہو رہا ہو اسی طرح اگر کہیں کسی مسلمان کے لیے گواہی کی ضرورت ہے تو ایسے موقعوں پر اس کا گواہ بننا وظیفہ ہے۔

مریضوں کی عیادت: مسلمانوں کے آپس میں ہمدردی کے اظہار کا ایک اہم موقع بیماری کا وقت ہے اس دوارن خود مریض اور اس کا خاندان دلجوئی اور ہمدردی کا محتاج ہے لہذا ایسے وقت میں اس کی مصیبت میں اس سے اظہار ہمدردی کی جائے۔

ہمسایوں کے ساتھ اچھا سلوک: اسلام نے ہمسایوں کے آپس میں حقوق اور ذمہ دریوں کو بیان کیا ہے تا کہ ایک دوسرے کے حالات سے آگاہ ہوں اور ان کی مشکلات اور مسائل کو آپس میں حل کرنے کی کوشش کریں۔ اس سلسلے میں رنگ و ذات اور عقیدہ کی شرط سے بالاتر ہو کر ہمسائیوں سے ہمدردانہ اور بھائی چارگی کا رشتہ قائم رکھیں۔

تشیع جنازہ میں شرکت: انسان کی زندگی کا مشکل ترین وقت اس کی رحلت کا وقت ہے۔ جہاں خود میت کی تجہیز و تکفین کے لئے دوسرے انسانوں کی ضرورت پڑتی ہے وہی پر متعلقین کے لئے ایک مشکل اور امتحان کا مرحلہ ہوتا ہے ان دونوں حالتوں میں انسان کو ایک دوسرے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ اس لئے شریعت اسلام میں انسان کی رحلت اور اس کے مراسم میں شرکت کی خاص تاکید کی گئی ہے۔ لہذا کفن و دفن اور جنازہ اور دیگر مراسم میں شریک ہو کر میت کے متعلقین کا غم بانٹ لینا ایک اسلامی وظیفہ ہے۔ اس سلسلے میں رنگ و ذات اور فرقہ و مسلک کی کوئی تمیز نہیں ہے۔

نماز جماعت، جمعہ و عیدین: اسلام اجتماعی امور کو بہت اہمیت دیتا ہے کیونکہ اسلامی معاشرے میں آپس کی مشکلات اور مسائل سے آگاہی کا ذریعہ اجتماعی امور میں شرکت ہے اسی لیے اسلام نے عبادات اور دیگر مسائل میں بھی اجتماعی پہلو پر تاکید کی ہے، جیسے نماز جماعت میں شرکت، مسجد میں نماز کی ادائیگی، ہفتہ وار

عبادت جمعہ، سالانہ مسلمانوں کا عظیم اجتماع حج، اعیاد اسلام خصوصاً عید فطر اور اضحیٰ میں عبادت کے انفرادی پہلو کے مقابلے میں اجتماعی پہلو کو زیادہ مد نظر رکھا گیا ہے کیونکہ یہ اجتماعات ایک طرف عبادی ہے تو دوسری طرف مسلمانوں کی شان وشوکت، اتحاد، ہمدردی اور آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کا جذبہ اور روح کے زندہ ہونے کی علامت ہے۔

سچائی: مسلمانوں کا معاشرہ جھوٹ جیسی لعنت اور برائی سے پاک ہو جائے حدیث کے مطابق تمام برائیوں کی کنجی جھوٹ ہے جس سے دوسری برائیاں وجود میں آتی ہیں۔ لہذا مسلمانوں کی آپس میں صداقت اور سچائی کی اخلاقی صفت کا احیا ہو جائے تو معاشرہ جنت نظیر بن سکتا ہے۔

صلہ رحمی: اسلام نے ارتباط کے معیار خونی قرابت کے ساتھ ساتھ دینی رشتہ پر بھی رکھا ہے۔ اگر ایک انسان دوسرے انسان کے ساتھ خونی رشتہ نہ رکھتا ہو اس کے باوجود دینی رشتے کی بنیاد پر ان کے مابین حقوق اور فرائض لاگو ہوتے ہیں۔ مسلمان جب رشتہ اسلام میں داخل ہو جاتا ہے تو اس کے نتیجے میں بعض حقوق اور فرائض اسلام کی جانب سے بلا تفریق فرقہ ومسلک ہر مسلمان پر عائد ہوتے ہیں۔ امام جعفر صادق نے اپنی علمی زندگی سے یہی تعلیم دی ہے کہ انسانوں کے ساتھ بلا تفریق معاشرتی اور سماجی تعلقات کو قائم رکھیں۔ لہذا آپس کے ان تعلقات کو صرف زبانی حد تک نہیں بلکہ اس کو عملی زندگی میں نافذ کرنا چاہیے تا کہ معاشرے میں اس کے اثرات مرتب ہو۔ ایک امن و آشتی کا صالح معاشرہ قائم ہو سکے۔

ماحصل

ا۔ اسلامی فرقوں کے علماء وفقہاء کے ساتھ امام صادق کی عملی سیرت اور سلوک نظریاتی اور فقہی حوالوں سے حق گوئی پر مبنی تھا، ساتھ ہی آپ ان علما وفقہاء کے ساتھ احترام اور رواداری سے پیش آتے تھے۔ لہذا مسلمانوں کو بھی دینی اور فکری موضوعات میں اپنے اپنے نظریات اور عقائد پر قائم رہتے ہوئے اسلامی مسائل پر مباحثہ وگفت وشنید کرنا چاہے۔ اس سلسلے میں امام جعفر صادق کی روش تمام مسلمانوں کے لئے نمونے عمل ہے۔

۲۔امام جعفر صادق اسلام کے حقوق اور فرائض میں تمام مسلمانوں کو برابر شریک سمجھتے تھے اور اپنے پیروکاروں کو اسلامی احکام کی مکمل رعایت کرنے کی تلقین کرتے تھے۔ پس امام جعفر صادق کی روش کو اپناتے ہوئے بلا تفریق فرقہ و مسلک تمام مسلمانوں کے ساتھ بھائی چارگی قائم رکھنی چاہیے اور اس کو اپنا دینی بھائی سمجھ کر ایک دوسرے کی خوشی، غم، اجتماعی اور دیگر مسائل اپنا شریک کرنا چاہیے۔

۳۔امت مسلمہ جس افراط و تفریط سے گزر رہی ہے اس سے نکلنے کا ایک واحد حل یہی ہے کہ پوری امت مسلمہ کے بافکر اور آفاقی سوچ کے حامل علماء و فقہاء عام لوگوں کے سامنے اپنے ان پیشواوں کی زندگی کو صحیح انداز میں پیش کریں تو یقین سے کہا جاسکتا ہے کہ امت مسلمہ دنیا کے سامنے ایک مرتبہ پھر امت واحدہ کے طور پر ابھر کر سامنے آسکتی ہے۔

حوالہ جات

۱۔ رسول جعفریان، اہل بیت کی فکری وسیاسی زندگی، دار الثقلین کراچی، ۱۴۳۰ھ ص ۲۹۱

۲۔ الملل والنحل، ص 207، فرق الشیعہ، نوبختی ص 101 بہ اہتمام دکتر محمد جواد مشکور

۳۔ ایضاً

۴۔ عجمی، ابوالیزید، العقیدہ الاسلامیہ عند الفقہا الاربعہ، الموقف والمنہاج، دار السلام قاہرہ، 1429ھ، ص 299

۵۔ صدر، محمد باقر، اہل بیت کی زندگی مترجم سید جعفر نقوی، موسسہ اہل بیت کراچی 1412ھ، ص 248-249

۶۔ القرآن: 49/10

۷۔ خوانساری، محمد بن حسین. شرح غرر الحکم، دانشگاہ تہران، 1339 ش، ج ۲، ص 240

۸۔ سید رضی، نہج البلاغہ، خطبہ 127، مترجم سید ذیشان حیدر جوادی، انصاریان پبلیکیشنز، قم

۹۔ حیدر، سید محمد اسد، الامام الصادق والمذاہب الاربعۃ، الطبعۃ ۱۴۲۵، دار الکتب الاسلامی، ج ۱، ص ۶۱

۱۰۔ ائمہ اہل بیت فکری وسیاسی زندگی، ص ۳۲۷

۱۱۔ الامام الصادق والمذاہب الاربعہ، ج ۱، ص ۳۳۳

۱۲۔ اصول کافی، اظفر شمیم پبلیکیشنز کراچی سال اشاعت ۲۰۰۶، ج ۱، ص ۷۷

۱۳۔ ائمہ اہل بیت فکری وسیاسی، ص ۳۵۱

۱۴۔ ایضاً

۱۵۔ القاضي، عیاض بن موسیٰ. الشفا بتعریف حقوق المصطفی، مکتبہ التوفیقیہ، قاہرہ، 1392، ج 2، ص 42

۱۶۔ ابن بابویہ، محمد بن علی، الخصال، جامعہ مدرسین، قم، چاپ: اول، 1362 ش، ج 2

۱۷۔ ایضاً

۱۸۔ ابوزہرہ، محمد، حضرت امام جعفر صادق، شیخ غلام علی اینڈ سنز کراچی، 1962،

۱۹۔ اہل بیت کی فکری وسیاسی زندگی ص 325

۲۰۔ فضل اللہ، محمد حسین، اتحاد مسلک اہل بیت کی روشنی میں، مترجم رضی جعفر نقوی، مکتب الاعلامی، قم ص 46

۲۲۔ کلینی، محمد یعقوب، اصول کافی، ج ۲ ص ۶۳۵

۲۲۔ ایضاً

۲۳۔ اصول کافی ج ۲، ص ۶۳۶